اور اُسی لمحہ سے وہ بخت و اتفاق کی نہیں بلکہ ایک ضابطہ کی پابندی کرتی چلی آ رہی ہے۔

مادی دُنیا اور اُس کے قوانین و ضابطے چونکہ خود اپنے خالق نہیں ہو سکتے اور نہ ہی انہیں تخلیق پر قُدرت حاصل ہے اس لئے انسان یہ نتیجہ اخذ کرنے میں سو فی صد حق بجانب ہے کہ تخلیق کا یہ عظیم الشّان کام کسی غیر مادی قوت نے سرانجام دیا ہے۔ پھر یہ تخلیق چونکہ اپنے اندر بے شمار پیچیدگیاں اور رنگینیاں بھی رکھتی ہیں اس لئے انسانی عقل اپنے آپ کو اس حقیقت کے ماننے پر مجبور پاتی ہے کہ وہ اُس خالق کے بارے میں، یہ تصوّر بھی قائم کرے، کہ وہ کوئی اندھا بہرا لزوم نہیں بلکہ سوچنے، سمجھنے والی اور تدبیر کرنے والی ذات ہے جس نے اپنی حکمت بالغہ کے تحت پہلے اس کائنات کی منصوبہ بندی کی اور اپنے ارادہ اور مشیت کے تحت اُس منصوبہ کو عملی جامہ پہنایا۔

تخلیق کائنات، اُس کے آغاز اور انجام کے متعلق اس ایک نظریہ کے علاوہ اور جتنے نظریات بھی پیش کئے گئے ہیں اُن میں قدم قدم پر فکر و نظر کا تضاد ملتا ہے۔ سائنس دان محض تجربہ اور مشاہدہ کی مدد سے، اور مادہ کو اس کی علّت قرار دے کر تخلیق کائنات کی کوئی ایسی توجیہ نہیں کر سکے جس پر انسان کا قلب و دماغ پوری طرح مطمئن ہو۔ سائنس مذہب کی رہنمائی حاصل کئے بغیر اس میدان میں بالکل عاجز ہے اور اُسے اپنی بیچارگی اور درماندگی کا اعتراف ہے۔

سائنس دانوں نے اس سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مشاہدہ کی مدد سے کائنات کے آغاز و انجام کے بارے میں کوئی قطعی بات نہیں کہہ سکتے چنانچہ پروفیسر لیتھ جو فرانس کا مشہور سائنس دان ہے اُس نے اس حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کائنات کے آغاز و انجام تک مشاہدے کی رسائی نہیں ہے۔ اس لیے ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی ازلی یا ابدی وجود کا انکار کریں۔ جس طرح ہمارا کام یہ بھی نہیں ہے کہ ہم اس کو ثابت کریں۔ ہمارا کام نفی و اثبات دونوں سے الگ ہے۔"

یہ ہے تذبذب کا وہ مقام جس پر سائنس تخلیق کائنات کے مسئلہ میں انسان کو لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔

---

a[1] Evidence of God in Expanding universe p.144

# رسائل و مسائل

## قادیانیوں کی غلط تاویلات

**سوال**۔ قادیانی مبلغ اپنا انتہائی زور اجرائے نبوت کے ثبوت پر صرف کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ مندرجہ ذیل دو آیتیں خصوصی طور پر پیش کرتے ہیں اور انہی پر اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھتے ہیں:

۱۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ (النساء۔ ۶۹)

"اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔"

اس سے وہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ان آیات میں بالترتیب چار چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین۔ انکی دانست میں ان میں سے تین درجے یعنی صدیقین، شہدا اور صالحین تو اُمت محمدیہ کو مل چکے ہیں، لیکن چوتھا درجہ نبی ہونا باقی تھا۔ اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ملا ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر معیت کا مطلب یہ ہے کہ اُمت محمدیہ کے لوگ قیامت کے دن صرف مذکورہ گروہ کی رفاقت میں ہونگے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اُمت محمدیہ میں کوئی صالح، شہید اور صدیق ہے ہی نہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر جب آیت میں چار مراتب (گروہوں) کا ذکر کیا گیا ہے تو پھر گروہ انبیاء کے اُمت میں موجود ہونے کو کس دلیل کی بنا پر مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔

۲۔ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (اعراف۔ ۳۵)

"اے بنی آدم، اگر تمہارے پاس میرے رسول آئیں جو تم پر میری آیات پڑھیں پس جو ڈرا اور اصلاح کر لی ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگیں ہوں گے۔"

اس آیت سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس آیت میں خطاب تمام نوع انسانی سے ہے۔ اور نزول کے لحاظ سے یہ آیت نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر اجرائے نبوت مقصود نہ ہوتا تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت کیوں نازل ہوتی۔ نیز یہ کہ اس میں مضارع کا صیغہ (یاتینکم) مع نون ثقیلہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "بالضرور تمہارے پاس میرے نبی آئیں گے"۔ اس سے ثابت ہؤا کہ نبی اکرم کی فرماں برداری میں نبی آسکتا ہے۔

آپ سے استدعا ہے کہ اس مسئلہ پر اپنے رسالے میں مدلل بحث فرمائیں، تاکہ یہ افادہ عام کا موجب ہو۔

**جواب**۔ جب کسی مسئلے کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسول نے بالکل صاف اور صریح نصوص میں کر دیا ہو تو پھر اُسی مسئلے میں ان نصوص کو چھوڑ کر دوسری آیات و احادیث سے جو دراصل اس خاص مسئلے کا فیصلہ کرنے کے لیے وارد نہیں ہوئی ہیں، اپنے مطلب کے معنی نکالنا اور نصوصِ قطعیہ کے بالکل خلاف عقیدہ یا عمل اختیار کر لینا درحقیقت انتہائی گمراہی، بلکہ خدا اور رسول کے خلاف بدترین بغاوت ہے۔ جو شخص علانیہ اللہ اور اس کے فرمان کے خلاف کوئی مسلک اختیار کرتا ہے وہ تو کم تر درجے کی بغاوت کرتا ہے۔ مگر یہ بہت زیادہ بڑے درجے کی بغاوت ہے کہ آدمی اللہ اور رسول کے فیصلے کے خلاف خود اللہ اور رسول ہی کے ارشادات کو توڑ مروڑ کر استعمال کرنے لگے۔ یہ کام جو لوگ کرتے ہیں ان کے متعلق ہم کسی طرح بھی یہ فرض نہیں کر سکتے کہ وہ سچے دل سے اللہ اور اس کے رسول کو مانتے ہیں۔

یہ سوال کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں یا نہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے یا نہیں، اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ہم آیت وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ اور آیت يَا بَنِي آدَمَ اور ایسی ہی دوسری آیتوں کی طرف صرف اُسی صورت میں رجوع کر سکتے تھے جبکہ اللہ اور اُس کے رسول نے خاص طور پر اسی سوال کا جواب کسی خاص نص میں نہ دے دیا ہوتا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت خاتم النبیین میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بکثرت احادیثِ صحیحہ میں ہم کو خاص طور پر اسی سوال کا واضح جواب مل چکا ہے تو آیت وَمَن يُطِعِ اللَّهَ اور يَا بَنِي آدَمَ اور ایسی ہی دوسری آیات کی طرف رجوع کرنا، اور پھر ان سے نصوص قطعیہ صریحہ کے خلاف مطالب نکالنا صرف اُسی شخص کا کام ہو سکتا ہے جو خدا سے بالکل بے خوف ہو چکا ہو اور جسے یہ بھی یقین نہ